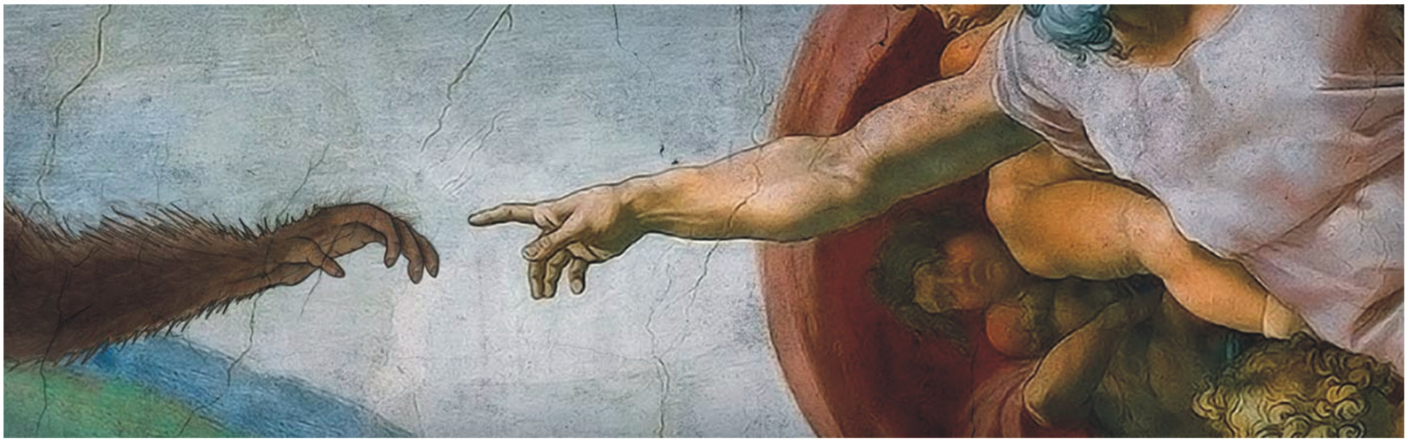

کیا خُدا نے تخلیق کے لئے ارتقاء کو نہیں استعمال کیا ہوگا؟

از: کین حام ترجمہ: ندیم مسیحی

جب ہم اِس امکان پر غور کرتے ہیں کہ خُدا نے کئی ملین سالوں پر محیط مدت کے دوران تخلیق کے لئے ارتقائی عوامل کو استعمال کیا ہوگا تو پھر ہمارا سامنا انتہائی تشویشناک نتائج سے ہوتا ہے۔

1925 میں اسکوپ کے مقدمے کے دوران ACLU (امریکن سول لبریشن یونین) کے وکیل کلیرنس ڈھیرو نے ولیم جیننگز برائن کو (جسے مسیحیت کے نمائندے کے طور پر دیکھا جاتا ہے) کٹہرے میں کھڑا کیا اور اُس کے ایمان کے بارے میں اُس سے پوچھ گچھ کی۔ اپنی اِس پوچھ گچھ کے دوران ڈھیرو نے برائن کے بائبل پر ایمان کے خلاف اپنی جدید سائنسی سوچ کو سچا ثابت کرنے کے لئے زور آزمائی کی۔ ڈھیرو نے برائن سے پیدایش پہلے باب میں استعمال ہونے والے لفظ دن [یوم] کے معنی پوچھے۔ برائن کے جواب نے بائبل مقدس کی اُس واضح اور درست تعلیمات کی تردید کی جو واضح طور پر اِس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ پیدایش 1 باب میں بیان کئے جانے والے دن قریباً 24 گھنٹوں پر مشتمل حقیقی دن ہیں۔ برائن نے کہا کہ "میرے خیال سے جس خُدا پر ہم ایمان رکھتے ہیں اُس کے لئے زمین کو چھ دنوں میں تخلیق کرنا اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ چھ سالوں، چھ ملین سالوں یا 600 ملین سالوں میں، میرے خیال سے اِس حوالے سے ہم جو بھی نظریہ اپنائیں اُس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" جب اُس نے یہ بیان دیا تو اُس نے بائبل کی تعلیمات کو رد کرتے ہوئے جدید ارتقائی سوچ کی ترجمانی کی تھی[1]۔ یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے جب کسی مسیحی نے کلام مُقدس کے مطلوب و مقصود مطلب کو رد کیا ہو اور نہ ہی یقیناً یہ آخری موقع ہوگا۔

بہت سارے مسیحی آج یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دُنیا کی تخلیق کے حوالے سے کئی ملین سالوں کا نظریہ بائبل کے ساتھ بالکل ہم آہنگ ہے اور یقیناً خُدا نے تخلیق کے لئے ارتقائی عوامل کو استعمال کیا ہوگا۔ یہ تصور کوئی حالیہ ایجاد نہیں ہے۔ گزشتہ 200 سال سے زیادہ عرصے کے دوران علم الٰہیات کے بہت سارے عالمین چارلس ڈارون اور سکاٹ لینڈ کے ماہر ارضیات لائیل (جس نے زمین کی تخلیق، تاریخ اور سست ارضیاتی عوامل کے نظریے کی تشہیر کی) کے کاموں اور نظریات کے جواب میں بائبل اور سائنس کے درمیان ایسی ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

جب ہم اِس امکان پر غور کرتے ہیں کہ خُدا نے تخلیق کے لئے کئی ملین سالوں پر محیط مدت کے دوران ارتقائی عوامل کو استعمال کیا ہوگا تو پھر ہمارا سامنا انتہائی تشویشناک نتائج سے ہوتا ہے: کیونکہ ایسا ماننے کی صورت میں خُدا کا کلام حتمی اور معتبر نہیں ٹھہرتا اور ہمارے محبت کرنے والے خُدا کے کردار پر بھی کئی ایک سوالات اُٹھائے جاتے ہیں۔

کلام سے متعلقہ پوشیدہ معنی اور نتائج

ڈارون کے دور میں ہی ایک نظریہ ارتقاء کے ایک ممتاز حامی نے اِس بات کی نشاندہی کی تھی کہ یہ دعویٰ سمجھوتے پر مبنی ہے کہ خُدا نے تخلیق کے لئے ارتقاء کو استعمال کیا تھا اُسکی بصیرانہ رائے ایک بار پھر پڑھی جانے کے قابل ہے۔ ایک بار اگر کوئی ارتقاء کو اور تاریخ کے حوالے سے اِس کے پوشیدہ معنی اور نتائج کو قبول کر لے تو پھر ایسا کرنے والا شخص اِس بات کے لئے بالکل آزاد ہو جاتا ہے کہ وہ بائبل کے صرف اُسی حصے کا چناؤ کرے جسے وہ قبول کرنا چاہتا ہو۔

نظریہ ارتقاء کے ایک حامی کے نقطہ نظر سے

ڈارون کے دور کے ایک ممتاز معتقدِ انسانیت، تھامس ہکسلے (1825-1895) نے مقبول عام سائنسی تصورات کے ساتھ ہم آہنگی کے لئے کلام مُقدس کی دوبارہ اورنئی تشریح کے حوالے سے واضح طور پر عدم موافقت کی نشاندہی کی تھی۔ ہکسلے کو جو کہ ایک سرگرم معتقدِ انسانیت اور نظریہ ارتقاء کا حامی تھا ڈارون کے کتے (بل ڈوگ) کے طور پر جانا جاتا تھا کیونکہ ڈارون کے تصورات کی تشہیر میں اُسکا ڈارون سے بھی زیادہ ہاتھ ہے۔ ہکسلے مسیحیت کو سمجھوتہ کرنے والے اُن عالمینِ الٰہیات سے زیادہ بہتر اور واضح طور پر سمجھتا تھا جنہوں نے بائبل مقدس میں نظریہ ارتقاء اور کئی ملین سالوں کے نظریے کو شامل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اُس نے اُن کے اِس سمجھوتے کو اُنہی کے خلاف استعمال کیا تا کہ وہ مسیحیت کو کمتر اور کمزور پیش کرنے کا اپنا مقصد پورا کر سکے۔

وہ اپنے مضمون "Lights of the Church and Science" میں بیان کرتا ہے کہ،

میَں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کوئی کیونکر اِس بات پر ذرا بھی شک کر سکتا ہے کہ مسیحی علم الٰہیات کے قیام اور زوال کا انحصار یہودی کلام کی حقانیت پر ہے۔ مسیحا یا مسیح کا تصور بڑی پیچیدگی کیساتھ یہودی تاریخ کیساتھ باہم بُنا ہوا ہے؛ ناصرت کے یسوع کی مسیحا کے طور پر شناخت کا دارومدار اُس عبرانی کلام پر ہے جس کی اُس وقت تک کوئی مشہود قدر و قیمت نہیں جب تک اُس میں مذکورہ تاریخی شخصیات کو اُس کے ساتھ منسوب نہ کیا جائے۔ اگر ختنے اور قربانیوں کا حکم یہواہ کی طرف سے نہیں دیا گیا تھا؛ اگر دس احکام پتھر کی لوحوں پر خُدا کے ہاتھ سے نہیں لکھے گئے تھے؛ اگر ابرہام یونانی دیوتا تھیسیس جیسا کم بیش ایک افسانوی سورما ہے؛ اگر طوفان کی کہانی دیومالائی دیوتاؤں کے زوال جیسا افسانہ ہے؛ اگر تخلیق کا بیان کسی غیب دان کا خواب ہے؛ اور اگر اِن بظاہر حقیقی واقعات پر مبنی صریح اور مفصل بیانات کی روم کے شاہانہ ادوار سے زیادہ تاریخی اہمیت نہیں ہے تو —— مسیحانہ عقائد کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے جو اُن سے قدرے کم وضاحت کیساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ اور اسی طرح نئے عہدنامے کے مصنفین کی سند کے بارے میں کیا کہا جانا چاہیے جنہوں نے اِس نظریے کے حوالے سے نہ صرف اُن کھوکھلے اور کمزور افسانوں کو ٹھوس سچائی کے طور قبول کیا ہے بلکہ اُنہوں نے اِس افسانوی ریگِ رواں پر مسیحی عقائد کی بنیاد رکھی ہے؟[2]

ہکسلے نے یہاں پر اِس بات کی بڑی واضح مثال دی ہے کہ اگر ہم نے نئے عہدنامے کے عقائد کو ماننا ہے تو ہمارے لئے یہ ماننا انتہائی ضروری ہے کہ پیدایش کی کتاب کے تاریخی واقعات حقیقی تاریخی سچائی پر مبنی ہیں۔ ہکسلے واضح طور پر بائبلی دستاویزات کی سچائی کو تباہ کرنے میں کوشاں تھا۔ جب لوگوں نے بائبل مُقدس کو رد کیا تو وہ خوش تھا۔ لیکن جب اُنہیں نے ارتقائی تصورات کو بائبل کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بائبلی بیانات کی دوبارہ اور نئی تشریح کرنے کی کوشش کی تو اُس نے اُنکے اِس اقدام پر پُر زور طریقے سے اعتراض کیا۔

میَں اِس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اگر جب میَں اُنکی پیروی کرنے کی کوشش کرتا ہوں جو تمثیل اور مجازی قصّوں کے درمیان بڑی نزاکت کیساتھ چلتے پھرتے ہیں تو میَں جلد ہی اپنی راہ کھو بیٹھتا ہوں۔ صراحت کے لئے ایک خاص جذبہ مجھے مجبور کرتا ہے کہ میَں دوٹوک یہ بات پوچھوں کہ [نئے عہدنامے کے] مصنفین جب اُن کہانیوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن پر سوال اُٹھایا جاتا ہے تو اُنکے بیان کے کیا معنی ہیں، کیا یسوع اُن کہانیوں کو سچا مانتا تھا یا نہیں؟ جب یسوع نے یہ کہا کہ "اور طوفان نے آ کر سب کو ہلاک کیا"؛ تو کیا یسوع اِس بات کو مانتا تھا کہ وہ طوفان حقیقت میں آیا تھا یا نہیں؟ مجھے لگتا ہے کہ جیسے بائبلی بیان نوح کی بیوی اور اُسکے بیٹوں کی بیویوں کا ذکر کرتا ہے تو اِس تصور کے لئے کلام کی تصدیق وضمانت موجود ہے کہ طوفانِ نوح سے پہلے کے لوگ شادیاں کرتے تھے اور اپنی بیٹیاں شادیوں میں دیتے تھے۔ اور مجھے یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جو کہانی کے حقیقی ہونے پر پختہ یقین رکھتے ہیں وہ اُن لوگوں کے کھانے پینے کے متعلق حقیقت کو بھی مانتے ہونگے۔ مزید برآں میَں یہ پوچھنے کی بھی جسارت کرتا ہوں کہ اگر طوفانِ نوح جیسا کوئی واقعہ وقوع پذیر ہی نہیں ہوا تو پھر ایسے واقعے کے بیان کو خُدا کے گناہ کے خلاف اقدامات کی تصویر کشی کرنے کے حوالے سے استعمال کرنے کی کیا اہمیت ہے؟ اگر طوفان گناہگار لوگوں کو بہا کر نہ لے گیا تو پھر گناہ کے خلاف مستقبل میں خُدا کے مزید قہر کے زمین پر بھیجے جانے کا انتباہ کس طرح "شیر آیا، شیر آیا" کی جھوٹی چیخ و پکار سے بڑھ کر کچھ اور ہے جبکہ حقیقت میں شیر آیا ہی نہیں؟[3]

اِس کے بعد ہکسلے نے نئے عہدنامے کے علم الٰہیات پر بھی ایک سبق دیا ہے۔ اُس نے متی 19 باب 4-5 آیات کا حوالہ دیا ہے: "اُس نے جواب میں کہا کیا تم نے نہیں پڑھا کہ جس نے اُنہیں بنایا اُس نے ابتدا ہی سے اُنہیں مرد اور عورت بنا کر کہا کہ اِس سبب سے مرد باپ سے اور ماں سے جُدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہیگا اور وہ دونوں ایک جسم ہونگے؟" ہکسلے اِس پر اپنی رائے دیتے ہوئے کہتا ہے کہ "اگر یہاں پیدایش 2 باب کی 24 آیت کے تعلق سے الٰہی اختیار کا دعویٰ نہیں کیا گیا تو پھر زبان کی کیا اہمیت ہے؟ اور ایک بار پھر میَں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص آدم کے گناہ کی بدولت گرنے کی کہانی کے ساتھ بے احتیاطی برتتے ہوئے اُسے تمثیل یا مجازی معنوں میں پیش کرے تو پولس کی طرف سے پیش کئے جانے والے علم الٰہیات کی بنیاد کا کیا بنے گا؟[4] اور اِس بات کی دلیل پیش کرنے کے لئے ہکسلے نے 1 کرنتھیوں 15 باب 21-22 آیات کا حوالہ دیا ہے "کیونکہ جب آدمی کے سبب سے موت آئی تو آدمی ہی کے سبب سے مُردوں کی قیامت بھی آئی۔ اور جیسے آدم میں سب مرتے ہیں ویسے ہی مسیح میں سب زندہ کئے جائیں گے۔" اگر آدم کی شخصیت کو نیم دیوتا پرومیتھیس سے زیادہ حقیقی نہیں مانا جا سکتا اور اگر انسان کے گناہ میں گرنے کی کہانی اپنے مدمقابل پرومیتھیس کے گہرے دیومالائی افسانے کے مقابلے میں محض ایک ہدایتی تمثیل ہے تو پھر پولس کے اِس استدلالی مکالمے کی کیا اہمیت ہے؟[5]

ہکسلے دعویٰ کرتا ہے کہ پس اگر اُن لوگوں کے حوالے سے بات کی جائے جو پولس اور مسیح کی طرف سے سکھائے جانے والے نئے عہدنامے کے عقائد کو تو قبول کرتے ہیں لیکن پیدایش کی کتاب کی کہانی کی لغوی

تفسیر کررد کرتے ہیں تو ایسی صورت میں یہ دلگیر حقیقت سامنے آتی ہے کہ اُن کا یہ اقدام مایوس کن حد تک غیر مستحکم اور نا قابل مدافعت ہے۔[6]

کئی ملین سال

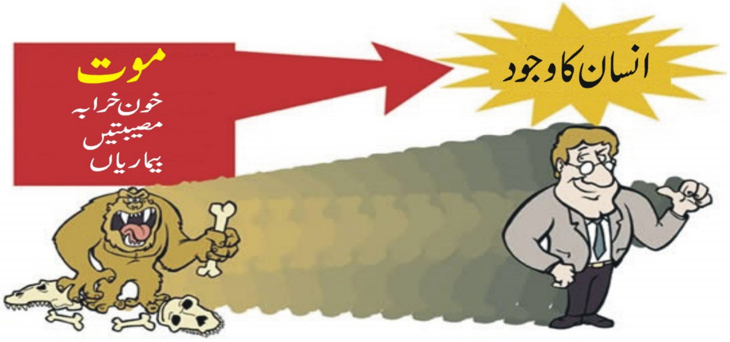

وہ اِس تصور پر سختی سے قائم تھا کہ سائنس (جس سے اُس کا مطلب ارتقاء، ماضی کے بارے میں لمبے ادوار کے تصورات) نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کوئی بھی معقولیت کی بنیاد پر پیدائش کی کتاب کے تخلیق اور طوفان کے بیانات کو تاریخی سچائیوں کے طور پر قبول نہیں کرسکتا۔ وہ مزید نشاندہی کرتا ہے کہ نئے عہد نامے کے بہت سارے عقائد کے وجود کا انحصار اِن واقعات کی سچائی پر ہے جیسے کہ گناہ کے متعلق عقیدے کے حوالے سے پولس رسول کی تعلیمات؛ شادی کے متعلق عقیدے کے حوالے سے مسیح کی تعلیمات اور مستقبل میں ہونے والی خُدا کی عدالت کے بارے میں انتباہ۔ ہکسلے ایسے لوگوں کا تمسخر اُڑاتا ہے جو ارتقاء اور کئی ملین سالوں کے نظریے کو بائبل کیساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن کا یہ اقدام تردیدی ہے کیونکہ وہ ایک طرف تو پیدائش کے واقعات کے تاریخی ہونے کا انکار کرتے ہیں اور اِس کے باوجود وہ نئے عہد نامے کے عقائد کو تھامے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہکسلے کا نقطہ نظر کیا تھا؟ وہ اِس بات پر مصُر تھا کہ عالمینِ الہیات کو ارتقاء اور کئی ملین سالوں کے نظریے کو قبول کر لینا چاہیے، لیکن اُس نے اِس بات کی نشاندہی کی ہے کہ اُن عالمین کو بااصول ٹھہرنے کے لئے بائبل کو بالکل رد کرنا پڑے گا۔ اِس معاملے میں سمجھوتہ کرنا ناممکن ہے۔

مسیحی قائدین کی تعلیمات میں سے

1800 ویں صدی میں ہوگزرنے والے عظیم مسیحی قائدین بی۔ بی وارفیلڈ اور چارلس ہوج نے زمین کی عمر کے تعلق سے کئی ملین سالوں کے نظریے کو قبول کر لیا تھا اور اُنہوں نے اِنہی نظریات کے مطابق ہی پیدائش کی کتاب کی دوبارہ [نئی] تفسیر کی ہے۔ پیدائش 1 باب اور تخلیقی دنوں پر بحث کے حوالے سے ہوج نے کہا ہے کہ ''کلیسیا کو ایک سے زیادہ بار مجبور کیا گیا ہے کہ وہ سائنسی دریافتوں کے واسطے گنجائش نکالنے کے لئے بائبل کی تفسیر کو تبدیل کرے۔ لیکن یہ کام کلام مُقدس کو قطعاً کوئی نقصان پہنچائے اور اُس کے اختیار کو کم کئے بغیر کیا گیا ہے۔''[7]

> اگر ہم کئی ملین سالوں کو بائبل کے تخلیق بیان میں شامل کر کے پیدائش کی کتاب میں بیان کردہ تخلیقی تاریخ کے حوالے سے سمجھوتہ کرتے ہیں تو پھر ہمیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ موت اور بیماریاں آدم کے گناہ کرنے سے پہلے ہی اِس دُنیا کا حصہ تھیں۔

پیدائش کی کتاب ہمیں سکھاتی ہے کہ موت دراصل آدم کے گناہ کا نتیجہ ہے (پیدائش 3 باب 19 آیت؛ رومیوں 5 باب 12 اور 8 باب 18-22 آیات)، اور یہ کہ جب خُدا نے سب چیزوں کو تخلیق کیا تو اُس وقت اُسکی ساری مخلوقات ''بہت اچھی'' تھیں (پیدائش 1 باب 31 آیت)۔ تمام جانور اور انسان بنیادی طور پر سبزی خور تھے (پیدائش 1 باب 29-30 آیات)۔ اگر ہم کئی ملین سالوں کو بائبل کے تخلیقی بیان میں شامل کر کے پیدائش کی کتاب میں بیان کردہ تخلیقی تاریخ کے حوالے سے سمجھوتہ کرتے ہیں تو پھر ہمیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ موت اور بیماریاں آدم کے گناہ کرنے سے پہلے ہی اِس دُنیا کا حصہ تھیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ زمین کی (مبیّنہ) کئی ملین سالوں کی تاریخ میں فوسل ریکارڈ دکھاتے ہیں کہ جانور ایک دوسرے کو کھا رہے تھے،[8] اُنکی ہڈیوں میں کینسر جیسی بیماریوں کے اثرات موجود تھے،[9] شدید تشدد، خون خرابہ اور بہت سے کانٹوں والے پودے[10] اور ایسی دیگر کئی ایک چیزیں موجود تھیں۔ ارتقائی قیاس کی رُو سے آدم کے منظر عام پر آنے اور گناہ کے اِس جہاں میں داخل ہونے سے پہلے (موت کی لعنت، بیماریاں، کانٹے، اونٹ کٹارے اور گوشت خوری وغیرہ) اِس دُنیا میں داخل ہو چکے تھے۔

وہ مسیحی جو قدیم دُنیا (کئی ملین سالوں کے نظریے) کے حامی ہیں اُنہیں قدیم دُنیا کے خالق خُدا کی فطرت سے عہدہ برآ ہونے کی ضرورت ہے ——— کیونکہ وہ بائبل کا محبت سے بھرا ہوا خُدا نہیں ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ بہت سارے قدامت پسند بشارتی مسیحی قائدین چٹانوں کی عمر کے حوالے سے کئی ملین اور

بلین سالوں نے نظریات کو نہ صرف خود قبول کرتے ہیں بلکہ وہ ایسے نظریات کی تشہیر وترقی میں بھی سرگرم ہیں۔ بائبل کا محبت بھرا خُدا کس طرح بیماریوں، دکھوں اور موت جیسے ہولناک عوامل کو کئی ملین سالوں تک اپنی اُس تخلیق کا حصہ بننے دے سکتا ہے جسے وہ خود ہی ''بہت اچھا'' قرار دیتا ہے؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ آزاد خیال [مسیحیوں کا] حلقہ بھی صحیح العقیدہ مسیحیت کیساتھ منسلک رہنے کے باوجود زمین کے کئی ملین سال پرانا ہونے کے نظریے کو ماننے جیسے عمل میں تناقض کی نشاندہی کرتا ہیں۔ مثال کے طور پر [نیوجرسی، امریکہ کے ایک شہر] نیووارک کے اسقفی ڈایوسیس کا ریٹائرڈ بشپ جون شلبی سپونگ بیان کرتا ہے کہ

> بائبل کا آغاز اِس قیاس کیساتھ ہوتا ہے کہ خُدا نے دُنیا کو کامل تخلیق کیا جس میں پھر انسان ایک عالمگیر نوعیت کا اثر رکھنے والے نافرمانی کے عمل کی بدولت گر پڑا۔ اصل اور بنیادی گناہ ایک حقیقت تھا جس میں قیاساً ہر طرح کی زندگی کو رہنا تھا۔ ڈاروِن نے اِس کے برعکس ایک ادھوری اور نا کامل تخلیق کا دعویٰ کر دیا۔۔۔ جس کے مطابق انسان کاملیت سے گناہ میں نہیں گرا تھا جیسا کہ کلیسیا صدیوں سے سکھاتی آ رہی تھی۔۔۔ پس مسیحیت کی یہ بنیادی سچائی بے تاثیر اور نا قابلِ عمل بن جاتی ہے جو یہ بیان کرتی ہے کہ یسوع الٰہی سفارتکار کے طور پر حقیقی گناہ کی بدولت لعنت کا شکار ہونے والے انسانوں کو بچانے کے لئے آیا۔[11]

یہ کئی ملین سالوں کے اُس نظریے سے مربوط فوسل ریکارڈ کے لئے دیا گیا واضح حوالہ ہے۔ کئی ملین سال قدیم دُنیا کا خُدا ایک ایسا خُدا ہے جس نے موت کو اپنی تخلیق کا حصہ بنایا تھا۔ اِس لئے موت کو نہ ہی گناہ کی سزا کے طور پر اور نہ ہی آخری دشمن (1 کرنتھیوں 15 باب 26 آیت) کے طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔

اِس لئے کئی ملین سال پرانی دُنیا کا خُدا بائبل کا خُدا نہیں ہو سکتا جو ہمیں گناہ اور موت سے چھٹکارہ بخشتا ہے۔ پس جب مسیحی بہت سارے سائنسدانوں کی طرف سے فوسل ریکارڈ سے منسوب کردہ کئی ملین سالوں کے نظریے کو ماننے کے لئے سمجھوتہ کر لیتے ہیں تو وہ ایک طرح سے کسی اور خُدا کی پرستش کر رہے ہوتے ہیں —— جو کئی ملین سال قدیم دُنیا کا ظالم خُدا ہے۔

لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خُدا نے ایک کامل دُنیا کو تخلیق کیا تھا، پس جب وہ آج کی دُنیا پر نظر کرتے ہیں تو وہ اصل میں خُدا کی فطرت کو نہیں بلکہ اِس دُنیا پر گناہ کے اثر کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ بائبل کے خُدا نے جو رحم، فضل اور محبت کا خُدا ہے اپنے اکلوتے بیٹے کو انسان (مجسم خُدا) بنا کر بھیجا تا کہ وہ ہمارے گناہ اُٹھائے تا کہ ہم گناہ اور خُدا کیساتھ ابدی جدائی سے چھٹکارہ پا سکیں۔ جیسے کہ 2 کرنتھیوں 5 باب 21 آیت بیان کرتی ہے کہ ''جو گناہ سے واقف نہ تھا اُسی کو اُس نے ہمارے واسطے گناہ ٹھہرایا۔'' اِس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کئی ملین سال قدیم دُنیا کا خُدا انجیل کی خوشخبری کو تباہ کرتا ہے۔

سمجھوتے کا دروازہ

اب یہ سچ ہے کہ اگر کوئی شخص نئی پیدایش کا تجربہ رکھتا ہے تو چھ دِنوں کے دوران تخلیق کے نظریے کو رَد کرنا اُسکی نجات پر حتمی انداز میں اثر انداز نہیں ہوتا، بہر حال ہمیں ایک بار رُک کر بڑی تصویر پر نظر کرنے کی ضرورت ہے۔

دُنیا کے بہت سارے حصوں اور اقوام میں ایک دَور میں بڑے وسیع پیمانے پر خُدا کے کلام کی بڑی سنجیدگی کے ساتھ تعظیم کی جاتی تھی۔ لیکن ایک بار جب سمجھوتے کا دروازہ کھلا، اور جب ایک بار مسیحی قیادت نے یہ تسلیم کر لیا کہ ہمیں بائبل کی تفسیر پیدایش میں لکھے بیان کے مطابق نہیں کرنی چاہیے تو پھر دُنیا بائبل مقدس کے کسی بھی حصے پر سنجیدگی سے توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ایک بار جب کلیسیا کی طرف سے دُنیا کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ کوئی بھی شخص بائبل کی تفسیر کرنے کے لئے انسانی تصورات جیسے کہ کئی ملین سالوں کا نظریہ استعمال کر سکتا ہے تو پھر اِس وجہ سے کئی لوگ اِس کتاب کو متروک اور سائنسی لحاظ سے غلط کتاب تصور کرتے ہیں جسے اب اُن کے خیال سے اُس طرح سے نہیں ماننا چاہیے جیسے یہ لکھی ہوئی ہے۔

جیسے کہ بعد میں آنے والی ہر ایک نسل نے سمجھوتے کے اِس دروازے کو اور دھکا لگا کر ہر دور میں زیادہ سے زیادہ کھولا ہے اِسی لئے اب وہ بہت بڑے پیمانے پر نہ تو بائبل کی اخلاقیات کو قبول کرتے ہیں اور نہ ہی اُسکی

طرف سے پیش کی جانے والی نجات کو۔ آخرکار، اگر پیدائش میں بیان کردہ تاریخ ہی درست نہیں ہے تو پھرکوئی کیونکر یقین ہوسکتا ہے کہ بائبل کے دیگر حصے درست ہیں؟ یسوع نے کہا ہے کہ ''جب مَیں نے تم سے زمین کی باتیں کہیں اورتم نے یقین نہ کیا تو اگر مَیں تم سے آسمان کی باتیں کہوں تو کیونکر یقین کروگے؟'' (یوحنا 3 باب 12 آیت)

اصل جنگ کم عمر دُنیا بمقابلہ قدیم دُنیا، یا کئی ملین سال بمقابلہ چھ دن، یا تخلیق بمقابلہ ارتقاء کی نہیں ہے —— اصل جنگ خُدا کے کلام کے اختیار وحقانیت بمقابلہ انسان کے مغالطہ انگیز تصورات کی ہے۔

مسیحی یسوع کے اپنے بدن میں جی اُٹھنے پر کیوں ایمان رکھتے ہیں؟ غالباً کلامِ مُقدس کے الفاظ کی وجہ سے (''کتاب مُقدس کے مطابق۔۔۔'')۔ اور مسیحیوں کو تخلیق کے حوالے سے چھ حقیقی دِنوں پر کیوں ایمان رکھنا چاہیے؟ یقیناً کلام مُقدس کے الفاظوں کی وجہ سے (''کیونکہ خُدا نے چھ دن میں آسمان اور زمین۔۔۔'')

اصل مسئلہ اختیار کا ہے —— کیا خُدا کا کلام معتبر ہے یا انسان کی باتیں معتبر ہیں؟ تو کیا پھر خُدا نے تخلیق کے لئے ارتقاء کو استعمال نہیں کیا ہوگا؟ اِس کا جواب ہے نہیں۔ ارتقائی عمل کے کئی ملین سالوں پر یقین کرنا نہ صرف پیدائش کی کتاب اور باقی کلام کی واضح تعلیمات کی تردید کرنا ہے بلکہ یہ عمل خُدا کے کردار پر بھی اعتراض اُٹھاتا ہے۔ خُدا ہمیں پیدائش کی کتاب میں بتاتا ہے کہ اُس نے ساری کائنات کو اور جو کچھ اُس کے اندر ہے اُس سب کو چھ دِنوں میں اپنے کلام کی قدرت سے تخلیق کیا: ''اور خُدا نے کہا کہ۔۔۔'' اُس کا کلام ہی اِس چیز کا ثبوت ہے کہ اُس نے یہ سب کچھ کب اور کیسے تخلیق کیا اور اُس کا کلام انتہائی واضح ہے۔

اقتباسات وکتابیات

1. *The World's Most Famous Court Trial,* Second Reprint Edition, Bryan College, Dayton, Ohio, 1990, 296, 302-303
2. T. Huxley, *Science and Hebrew Tradition,* D. Appleton and Company, New York, 1897, 207
3. Ibid., 232
4. Ibid., 235-236
5. Ibid., 236
6. Ibid., 236
7. C. Hodge, *Systematic Theology,* Vol. 1, Wm. B. Eerdmans, Grand Rapids, Michigan, 1997, 573. Hodge was probably referring to the usual humanist spin-doctoring of the Galileo affair, but for a more accurate portrayal see R. Grigg, The Galileo "twist," *Creation* 19(4):30-31, 1997, and T. Schirrmacher, The Galileo affair: history or heroic hagiography? TJ 14(1):91-100,2000.
8. E.g., Ground up dinosaur bones were found in the fossil dung of another dinosaur. See *Nature 393(6686):* 680-682,1998
9. D.H. Tanke and B.M. Rothschild, Paleopathology, P.J. Currie and K. Padian, eds., *Encyclopedia of Dinosaurs,* Academic Press, San Diego, 1997,525-530.
10. H.P. Banks, *Evolution and Plants of the Past,* Wadsworth Publishing Company, Belmont, California, 1970, 9-10
11. J.S. Spong, A call for a new Reformation, www.dioceseofnewark.org/jsspong/reform.html.

2015© جملہ حقوق بحق Answers in Genesis محفوظ ہیں!